بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 5 | ربیع الاول ۱۴۲۹ھ اپریل ۲۰۰۸ء | شمارہ: 4

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

0300-5335233

معاونین

حافظ ندیم ظہیر — 0301-6603296

ابو جابر عبداللہ دامانوی — 0300-7062081

محمد صفدر حضروی

ابو خالد شاکر

برائے رابطہ

اعظم بلال — 0302-5756937

طارق مجاہد یزمانی — 0302-7711418

قیمت

فی شمارہ : 15 روپے

سالانہ : 150 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

200 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

سب اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں	حافظ زبیر علی زئی	2
اتباعِ سنت ہی میں نجات ہے	حافظ زبیر علی زئی	4
توضیح الاحکام/سوال جواب	حافظ زبیر علی زئی	9
عیسیٰ بن جاریہ الانصاری رحمہ اللہ	حافظ زبیر علی زئی	15
فضائلِ اعمال	حافظ ندیم ظہیر	23
صحیح بخاری کا دفاع (قسط:۴)	حافظ زبیر علی زئی	27
فاتحہ خلف الامام	حافظ زبیر علی زئی	44
امام دارقطنی رحمہ اللہ	ابو معاذ	47
اجماع اور اجتہاد	ابو معاذ	48
آلِ تقلید کی کشمکش	ابن قیم	49

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کلمۃ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

سب اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اُڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اُڑائیں، ہوسکتا کہ وہ اُن سے بہتر ہوں۔ تم ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ اور نہ بُرے القاب سے کسی کو پکارو۔ ایمان لانے کے بعد فاسق ہونا بہت بُرا نام ہے اور جو لوگ توبہ نہیں کریں گے تو وہی ظالم ہیں۔

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے دُور رہو، بے شک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔ ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم تو اُسے بُرا سمجھتے ہو! اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور مختلف قومیں اور قبیلے بنا دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے دربار میں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، بے شک اللہ جاننے والا (اور ہر چیز سے) باخبر ہے۔

(سورۃ الحجرات: ۱۰-۱۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم ہونے دیتا ہے۔ جو آدمی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔ جو کسی مسلمان (بھائی) کی مصیبت دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے اُس کی مصیبت دُور کرے گا۔ جس نے اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (صحیح بخاری: ۲۴۴۲، صحیح مسلم: ۲۵۸۰)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور آپس میں حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کی طرف (ناراضی سے) پیٹھ نہ پھیرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ بائیکاٹ کرے۔ (موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم بتحقیقی:۴، صحیح بخاری:۶۰۷۶، صحیح مسلم:۲۵۵۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ محبت، الفت اور رحم کرنے کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کا ایک عضو (حصہ) بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کے لئے بخار اور بیداری کے ساتھ تکلیف میں رہتا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۵۸۶ واللفظ لہ، صحیح بخاری:۶۰۱۱)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے (ساری دنیا کے) لوگو! سن لو تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ہے سوائے تقویٰ کے، کیا میں نے نہیں پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ (ﷺ) نے پہنچا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا: حرمت والا دن (جمعہ) ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا: حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا: حرم (مکہ) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر تمھارے خون اور اموال حرام قرار دیئے ہیں۔ راوی نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے عزتوں کا بھی ذکر کیا تھا_ آج کے دن کی طرح اس (حُرمت والے) مہینے میں، اس (حرمت والے) شہر میں، کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ (ﷺ) نے پہنچا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: حاضر غائب تک پہنچا دے۔

(مسند احمد ۵/۴۱۱ ح ۲۳۴۸۹ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں عربی عجمی، کالے گورے، پٹھان پنجابی سندھی بلوچی، پاکستانی ہندوستانی اور ملکی غیر ملکی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ سب اہلِ ایمان بھائی بھائی ہیں لیکن تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں کو فرقوں اور ٹکڑیوں میں بانٹنا چاہتے ہیں۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

فقہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی

اتباعِ سنت ہی میں نجات ہے

باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

الفصل الاول

۱۴۰) عن عائشة قالت :قال رسول الله ﷺ :((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ .)) متفق عليه .

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے حکم (دین) میں ایسی بات نکالی جو اس میں موجود نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔
متفق علیہ (صحیح بخاری:۲۶۹۷، صحیح مسلم:۱۷/۱۷۱۸)

فقہ الحدیث:

① دین میں ہر وہ نئی بات جو قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں بدعت کہلاتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے جیسا کہ آنے والی حدیث (۱۴۱) میں ہے۔

② ایک طویل روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد میں حلقوں کی صورت میں کنکریوں پر سو دفعہ **اللّٰه أكبر**، سو دفعہ **لا إله إلا اللّٰه** اور سو دفعہ **سبحان اللّٰه** پڑھ رہے تھے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انھیں اس حرکت سے منع کر دیا۔
دیکھئے سنن الدارمی (ج ا ص ۲۸۶، ۲۸۷ ح ۲۱۰ وسندہ حسن)
اس روایت کو سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے راہِ سنت (ص ۱۲۳)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((من أحدث في ديننا ما ليس منه فهو رد .)) جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں موجود نہیں تو وہ مردود ہے۔

(جزء من حدیث لوین:۶۹ وسندہ صحیح، شرح السنۃ للبغوی:۱۰۳، وسندہ حسن)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

تنبیہ: حدیثِ لُوَیْن کا حوالہ المکتبۃ الشاملۃ سے لیا گیا ہے۔

④ جو شخص کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑتا ہے اور ہر قسم کی بدعات سے دور رہتا ہے تو یہ شخص صراطِ مستقیم پر گامزن اور کامیاب ہے۔

⑤ مشہور تابعی امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم سے پہلے گزرنے والے علماء فرماتے تھے کہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے میں نجات ہے۔ (سنن الدارمی: ۹۷ وسندہ صحیح)

⑥ تابعی عبداللہ بن فیروز الدیلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے پتا چلا ہے کہ دین کے خاتمے کی ابتداء ترکِ سنت سے ہوگی۔ (سنن الدارمی: ۹۸ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ حجت ہونے کے لحاظ سے حدیث اور سنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں جیسا کہ سلف صالحین اور اصولِ حدیث سے ثابت ہے لہٰذا جو شخص صحیح حدیث کا تارک ہے وہ سنت کا بھی تارک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تارکِ سنت پر لعنت بھیجی ہے۔

دیکھئے سنن الترمذی (۲۱۵۴، وسندہ حسن)

⑦ جلیل القدر تابعی امام حسان بن عطیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے سنتیں اُٹھا لیتا ہے پھر وہ سنتیں قیامت تک اُن کے پاس واپس نہیں آتیں۔ (سنن الدارمی: ۹۹ وسندہ صحیح)

⑧ مشہور جلیل القدر تابعی امام اور فقیہ ابوقلابہ عبداللہ بن زید الجرمی رحمہ اللہ نے فرمایا: بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ (سنن الدارمی: ۱۰۱، وسندہ صحیح)

⑨ یاد رہے کہ شریعت میں بدعات کا تعلق اُن ایجادات سے ہے جن کا بغیر ادلۂ شرعیہ کے دین میں اضافہ کیا گیا ہے، رہی دنیاوی ایجادات تو ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ حدیث ((أنتم أعلم بأمر دنیا کم .)) تم دنیا کے معاملات زیادہ جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۳۶۳، دارالسلام: ۶۱۲۸) کی رُو سے وہ تمام دنیاوی ایجادات جائز ہیں جن کے ذریعے سے شریعت پر کوئی زد نہیں آتی۔

⑩ حمص شام کے تبع تابعین میں سے ثقہ امام ابوزرعہ یحییٰ بن ابی عمر السیبانی رحمہ اللہ

Islamic Research Centre www.ircpk.com

(متوفی ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں: یہ کہا جاتا تھا کہ بدعتی کی توبہ اللہ قبول نہیں کرتا اور (دوسری بات یہ ہے کہ) بدعتی ایک بدعت چھوڑ کر اُس سے زیادہ بُری بدعت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(کتاب البدع والنہی عنہا:۱۴۴، وسندہ حسن)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی بدعتی اپنی بدعت سے لوگوں کے سامنے توبہ بھی کر لے تو پھر بھی کافی عرصے تک اسے زیرِ نگرانی رکھنا چاہئے کیونکہ عام اہلِ بدعت کا یہی دستور ہے کہ وہ ایک بدعت سے نکل کر دوسری خطرناک بدعت سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

۱۴۱) وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :((أما بعد!فإن خير الحديث كتاب اللّٰه و خير الهدي هدي محمدٍ و شر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة)) رواه مسلم .

(سیدنا) جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **أما بعد** ! بے شک بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ اعمال میں سب سے بُرا عمل بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اسے مسلم (۸۶۷/۴۳) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

① تقریر سے پہلے (اور مسنون خطبے کے بعد) اما بعد کہنا سنت ہے۔

② حدیثِ رسول کی طرح کتاب اللہ (قرآن) کو حدیث کہنا قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۃ الزمر آیت:۲۳

③ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر قسم کی بدعت گمراہی، باطل اور مردود ہے۔

④ جو عمل سنت سے ثابت ہو اور عوام میں جاری نہ ہو، پھر اس ثابت شدہ عمل کو دوبارہ جاری کر دیا جائے تو لغوی اعتبار سے اسے بدعت کہا جا سکتا ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول ''**نعم البدعة هذه** '' یہ اچھی بدعت ہے۔ (صحیح بخاری:۲۰۱۰) کا یہی مطلب ہے لیکن جس عمل کا کتاب و سنت اور ادلۂ شرعیہ میں کوئی ثبوت ہی نہ ہو تو اسے بدعتِ حسنہ قرار دینا

Islamic Research Centre www.ircpk.com

غلط ہے۔شریعت میں بدعتِ حسنہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہر بدعت گمراہی ہے۔اگر چہ (بعض) لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں۔ (السنۃ للمروزی:۸۲وسندہ صحیح)

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((من و قر صاحب بدعة فقد أعان علىٰ هدم الإسلام .)) جس نے کسی بدعتی کی عزت کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد دی۔ (الشریعۃ للآجری ص۹۶۲ ح۲۰۴۰ وسندہ صحیح)
اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور شیخ البانی وغیرہ کا اسے ضعیف قرار دینا غلط ہے۔
ابوالفضل عباس بن یوسف الشکلی مقبول الروایہ راوی ہیں۔
دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی (۲۳/۴۷۹) اور الوافی بالوفیات (۱۶/۳۷۳)

⑥ مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے اپنے ایک شاگرد کو ایک بدعتی کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔ (سنن الدارمی:۳۹۸وسندہ صحیح)

⑦ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔
(سنن الدارمی:۳۹۹وسندہ حسن، وقال الترمذی[۲۱۵۲]:''حسن صحیح غریب'')

⑧ ایک بدعتی نے امام ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی رحمہ اللہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں تو انھوں نے جواب دیا: آدھی بات بھی نہیں، اور انھوں نے اس شخص سے منہ پھیر لیا۔ (سنن الدارمی:۴۰۴وسندہ صحیح، الشریعۃ الآجری ص۹۶۳ ح۲۰۴۶ وسندہ صحیح)

⑨ مشہور ثقہ امام زائدہ بن قدامہ رحمہ اللہ صرف اہل سنت کو حدیث پڑھاتے تھے، فرماتے ہیں:'' نحدّث أهل السنة '' ہم (صرف) اہل سنت کو حدیثیں سناتے ہیں۔
(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی:۱۲۰۸، وسندہ صحیح)

⑩ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں تہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے جن میں صرف ایک جنتی ہے اور باقی سارے فرقے جہنمی ہیں۔اسے درج ذیل صحابۂ کرام نے روایت کیا ہے:

Islamic Research Centre www.ircpk.com

۱۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ:۳۹۹۲ وسندہ حسن)

۲۔ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (سنن ابی داود:۴۵۹۷ وسندہ حسن)

۳۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ

(المعجم الکبیر للطبرانی ۸/۳۲۱ ح ۸۰۳۵ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۱۸۸، وسندہ حسن)

اس روایت میں فرقہ ناجیہ السواد الاعظم کو قرار دیا گیا ہے اور حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں الجماعۃ کا لفظ ہے، ان سب سے مراد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی جماعتِ حقہ اور یہی السواد الاعظم ہے۔ (نیز دیکھئے کتاب الشریعۃ الآجری ص ۱۴، ۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۷)

خیر القرون کے گزر جانے کے بعد شر القرون کے بعض مبتدعین کا اپنے آپ کو سوادِ اعظم قرار دینا اسی طرح غلط ہے جس طرح ایک صحیح العقیدہ مسلمان بہت سے گمراہوں کے اکثریتی علاقے میں رہ رہا ہو اور اکثریتی لوگ اس کے مقابلے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہوں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وتفترق أمتي علىٰ ثلاث و سبعين فرقة))

اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ (سنن الترمذی: ۲۶۴۰ وقال: ''حدیث حسن صحیح'' وسندہ حسن وصححہ ابن حبان: ۱۸۳۴، والحاکم ۱/۱۲۸، علیٰ شرط مسلم ووافقہ الذہبی!)

یہ تینوں یا چاروں روایتیں اپنے مفہوم کے ساتھ صحیح لغیرہ ہیں بلکہ بعض علماء نے تہتر فرقوں والی حدیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر للکتانی (ص ۵۷ ح ۱۸)

فرقوں والی بعض روایات ذکر کرنے کے بعد امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمہ اللہ (متوفی ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: ''**رحم اللّٰه عبدًا حذر هٰذه الفرق و جانب البدع واتبع ولم يبتدع ولزم الأثر وطلب الطريق المستقيم و استعان بمولاه الكريم**''

اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے ان فرقوں سے ڈرایا اور بدعات سے دُوری اختیار کی، اس نے اتباع کی اور بدعات کی پیروی نہیں کی، اس نے آثار کو لازم پکڑا اور صراطِ مستقیم کی طلب کی اور اپنے مولیٰ کریم (اللہ) سے مدد مانگی۔ (الشریعۃ ص ۱۸، دوسرا نسخہ ص ۲۰ قبل ح ۳۰)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

سجدوں میں ایڑیاں ملانا

سوال: رسول اللہ ایک دن میں پانچ بار نماز پڑھتے تھے۔ سنن ونوافل اس کے علاوہ ہیں، جن صحابہ نے رسول اللہ (ﷺ) کی نماز ذکر کی ہے انھوں نے نماز میں حالت سجدہ میں ایڑیاں ملانا ذکر (نہیں) کیا ہے۔ اس لئے میں نماز میں سجدے میں ایڑیاں نہیں ملاتا۔ (جس روایت میں آیا ہے کہ سجدے میں آپ ﷺ کے دونوں پاؤں ملے ہوئے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ) میرے خیال میں رسول اللہ (ﷺ) نماز کے بغیر ہی سجدہ ریز تھے۔ کیا محدثین نے مذکورہ روایت کو حالتِ نماز پر محمول کیا ہے؟ کیا محدثین نے حالت نماز میں سجدے کی حالت میں ایڑیاں ملانے کے باب باندھے ہیں؟

نوٹ: میرا مقصد سمجھنا، تحقیق کرنا اور ان شاء اللہ اس پر عمل کرنا ہے، محض اعتراض کرنا نہیں۔ جوابی لفافے کے ذریعے جواب دیجئے۔ جزاک اللہ والسلام

(صفدر حسین [شیخ صاحب قسطوں والے] لاہور)

الجواب: سجدے کی حالت میں ایڑیوں کا ملانا آپ ﷺ سے باسند صحیح ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۶۵۴) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۹۳۰) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۱۱۶/۲) وصححہ الحاکم (۲۲۸/۱، ۲۲۹) علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی۔

اب اگر ایک ہزار راویوں نے بھی اسے روایت نہیں کیا تو کوئی بات نہیں صرف ایک صحابی کی روایت بھی کافی ہے لہٰذا امام ہو یا مقتدی یا منفرد ہر نمازی کو یہ چاہئے کہ سجدے میں اپنے دونوں پاؤں ملالے۔ محدثین کرام نے پاؤں ملانے والی حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں سجدوں میں پاؤں ملانے کے باب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

''باب ضم العقبین فی السجود'' سجدوں میں ایڑیاں ملانے کا باب، لہٰذا آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ (۸/ اگست ۲۰۰۷ء)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ثقہ کی زیادت

سوال: مولانا ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں: ''لہٰذا جب سلیمانؒ کے برعکس شعبہؒ، ہشامؒ، معمرؒ وغیرہ جو اس سے زیادہ ثقہ اور ثبت ہیں۔ اس زیادت کو ذکر نہیں کرتے تو یہ روایت شاذ ہوئی جب کہ شاذ کی تعریف یہی ہے کہ جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کرے....''

(توضیح الکلام، طبع جدید ص ۲۶۷)

پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایک راوی کا زیادت کا ذکر کرنا ذکر نہ کرنے والوں کی مخالفت ہے؟ جیسا کہ اس کلام سے بظاہر لگ رہا ہے۔

برائے مہربانی شاذ کی تعریف میں، مخالفت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ وضاحت کریں۔ ثقہ کی زیادتی کب مقبول ہوتی ہے اور کب شاذ؟ (شعیب محمد، سیالکوٹ)

الجواب: مولانا اثری صاحب کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کسی زیادت کو ذکر نہ کرنا مخالفت نہیں ہوتی اور نہ اسے شاذ کہنا صحیح ہے۔ اس میں راجح یہی ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی کئی ثقہ راویوں (یا اوثق) کی مخالفت کرے تو وہ روایت شاذ ہوتی ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (۱/۱۸۲ بتعلیق الالبانی)

مثلاً ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تشہد میں شہادت کی انگلی ہلاتے تھے اور دوسری میں ہے کہ نہیں ہلاتے تھے۔ دوسری روایت کی سند محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور پہلی صحیح حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ یا منکر بھی ہے۔

اگر ثقہ کی سند اور متن میں زیادت کو شاذ قرار دیا جائے تو بہت سی صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے جو کہ غلط ہے۔

تنبیہ بلیغ: صحیح مسلم میں سلیمان التیمی رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث ((و إذا قرأ فانصتوا.)) اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ، صحیح محفوظ ہے، بعض ائمہ کا اسے ضعیف و معلول قرار دینا صحیح نہیں اور نہ صحیح مسلم کی احادیث کو ضعیف اور شاذ کہنا جائز ہے۔ یاد رہے

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کہ بعض الناس کا اس سے فاتحہ خلف الامام کے خلاف استدلال دو وجہ سے غلط ہے:

① یہ حدیث حنفی اصول کی رُو سے منسوخ ہے کیونکہ اس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الامام کا فتویٰ دیا ہے۔

② یہ حدیث ماعدا الفاتحہ (فاتحہ کے علاوہ مطلق قراءت) پر محمول ہے کیونکہ فاتحہ خلف الامام کی تخصیص دوسری صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اصول میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ خاص عام پر مقدم ہو کر اس کی تخصیص کر دیتا ہے۔ (۱۵/ اگست ۲۰۰۷ء)

جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر والی روایت ضعیف ہے

حدیث '' **قدمتم خير مقدم من الجهادالأصغر إلى الجهاد الأكبر** ''

(تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ گئے ہو) کی میرے علم کے مطابق دو ہی سندیں ہیں:

ا: **يحيى بن العلاء قال :حدثنا ليث عن عطاء بن أبي رباح عن جابر قال: قدم النبي** ﷺ **من غزاة له فقال لهم** .... الخ (تاریخ بغداد ۱۳/ ۵۲۳، ۵۲۴ ت ۳۷۴۵ ومن طریقہ الحافظ ابن الجوزي في ذم الھوی ص ۳۸، الباب الثالث في ذکر مجاھدۃ النفس ومحاسبتھا وتوبیخھا)

یحییٰ بن العلاء سخت مجروح راوی ہے۔ امام نسائی نے کہا: '' **متروك الحديث** ''

(کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی: ۶۲۷)

حافظ ابن حجر نے کہا: '' **رمي بالوضع** '' (تقریب التہذیب ۴/ ۹۷، رقم: ۷۶۱۸)

یعنی محدثین نے اسے وضعِ حدیث کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ایسے راوی کی روایت مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ بن العلاء تک خطیب کی سند بھی مردود ہے۔ یحییٰ کا استاد لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ہیثمی نے اسے مدلس کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ۱/ ۸۳ باب في مثل المؤمن)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: '' **صدوق اختلط أخيرًا ولم يتميز حديثه فترك** ''

وہ سچا ہے، آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوا اور اس کی حدیث میں (اختلاط سے پہلے اور بعد کا)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

فرق نہ ہوسکا لہٰذا وہ متروک قرار دیا گیا۔ (تقریب التہذیب:۵۶۸۵)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت باطل ہے۔

تنبیہ: تاریخ بغداد میں غلطی سے "یحیی بن أبی العلاء" چھپ گیا ہے جب کہ صحیح "یحیی بن العلاء" ہے جیسا کہ ذم الھوی لابن الجوزی میں لکھا ہوا ہے۔

۲۔امام بیہقی نے فرمایا:" أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان :أنبأ أحمد بن عبيد :ثنا تمتام:ثنا عيسى بن إبراهيم: ثنا يحيى بن يعلى عن ليث عن عطاء عن جابر قال:قدم على رسول اللّٰه ﷺ قوم غزاة فقال ﷺ :((قدمتم خير مقدم ، من جهاد الأصغر إلى جهاد الأكبر)) قيل:وما جهاد الأكبر ؟ قال: ((مجاهدة العبد هواه)) وهذا إسناد فيه ضعف "

رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مجاہدین آئے تو آپ نے انھیں فرمایا: تم خیر سے لوٹے ہو، جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف واپس آئے ہو۔ کہا گیا کہ جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا: بندے کا اپنی خواہش سے جہاد (اور مقابلہ) کرنا، (امام بیہقی نے کہا:) اس کی سند میں کمزوری ہے۔

(کتاب الزھد الکبیر ص۱۶۵ حدیث:۳۷۳)

اسے ابوبکر الشافعی نے " الفوائد المنتقاة " (۱/۸۳/۱۳) میں عيسى بن إبراهيم البركي قال:نا يحيى بن يعلى کی سند سے روایت کیا ہے۔

(سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ ج۵ ص۴۸۰ ح۲۴۶۰)

تمتام اور عیسیٰ بن ابراہیم پر جرح مردود ہے۔ دونوں کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ یحییٰ بن یعلی سے مراد ابوالحیاۃ الکوفی التیمی ہے۔

دیکھئے تہذیب الکمال للمزی (۲۰/۲۶۳ وذکر فی شیوخہ لیث بن ابی سلیم)

اس سند کا راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف و مدلس ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ خلاصہ یہ کہ جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹنے والی روایت ضعیف ہے لہٰذا قرآن اور احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں اس سے استدلال کرنا غلط ہے۔ (۲۰۰۲۔۳۔۱۵)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کیا شہید ستر (۷۰) رشتہ داروں کی سفارش کرے گا؟

سوال: محترم حافظ صاحب آپ کا رسالہ الحدیث ایک شاہکار رسالہ ہے جس کا ہر مضمون علم و تحقیق پر مبنی ہوتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی اور دنیاوی مشکلات کو دور فرمائے اور اللہ آپ کو اور آپ کے قلمی معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

محترم حافظ صاحب! توضیح الاحکام میں میرے اس سوال کو جگہ دی جائے جو ایک حدیث کی تحقیق کے بارے میں ہے۔ سنن ابی داود کتاب الجہاد (حدیث نمبر ۲۵۲۲ طبع بیروت لبنان)

ترجمہ: ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُشَفَّعُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ .)) شہید اپنے گھر والوں (رشتہ داروں) میں سے ستر کی شفاعت (سفارش) فرمائے گا۔

کیا یہ حدیث سنداً صحیح ہے، وضاحت فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی دولت نگر ۲۲/ نومبر ۲۰۰۷ء)

الجواب: سنن ابی داود میں یہ روایت درج ذیل سند سے مذکور ہے:

''حدثنا أحمد بن صالح :حدثنا يحيى بن حسان :حدثنا الوليد بن رباح الذماري :حدثني عمي نمران بن عتبة الذماري قال :دخلنا علىٰ أم الدرداء و نحن أيتام .... '' اسے ابن حبان (الاحسان: ۴۶۴۱ یا ۴۶۶۰، الموارد: ۱۶۱۲) بیہقی (السنن الکبریٰ ۹/ ۱۶۴) اور ابن عساکر (تاریخ دمشق ۶۵/ ۱۶۸) نے یحییٰ بن حسان (التنیسی ابوزکریا البصری) سے روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن حسان ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۵۲۹)

ولید بن رباح اصل میں رباح بن الولید بن یزید بن نمران الذماری ہیں۔ رباح بن الولید صدوق ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۱۸۷۶)

نمران بن عتبہ سے صرف ولید بن رباح یا رباح بن ولید نے روایت بیان کی ہے اور ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کر کے یہ دعویٰ کیا ہے: ''روى عنه حريز بن عثمان ''

Islamic Research Centre www.ircpk.com

اس سے حریز بن عثمان نے روایت کی ہے۔(۵۴۴/۷)
نہ تو نمران بن عتبہ سے حریز بن عثمان کی روایت کہیں معلوم ہے اور نہ ابو داود کی طرف منسوب یہ قول ثابت ہے کہ ''شیوخ حریز کلھم ثقات'' حریز کے تمام اساتذہ ثقہ ہیں۔
یہ قول لسان المیزان (۳۶۰/۲، ۳۶۱، دوسرا نسخہ ۶۸۰/۲) میں بحوالہ آجری منقول ہے۔
ابوعبید الآجری مجہول الحال غیر موثق ہے۔
نمران کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''لا یُدْرَی مَنْ ھُوَ ؟'' پتا نہیں وہ کون ہے؟
(میزان الاعتدال ۲۷۳/۴)
حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: ''مقبول'' یعنی مجہول الحال ہے۔ (تقریب التہذیب: ۷۱۸۸)
مختصر یہ کہ یہ روایت نمران بن عتبہ کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔
(۵/ دسمبر ۲۰۰۷ء)

پیشاب کے قطروں کی بیماری اور وضو

سوال: مجھے پیشاب کے قطروں کا نقص ہے (یعنی مجھے مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں) نماز میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ کیا مجھے بار بار وضو کرنا پڑے گا یا صرف ایک ہی وضو سے نمازیں پڑھتا رہوں اور پھر کپڑے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ممکن ہے بعض اوقات قطرہ کپڑے (شلوار یا ازار) کو بھی لگ جاتا ہو۔ نماز کے علاوہ بھی قطرے آتے رہتے ہیں لہٰذا ان کپڑوں کا کیا حکم ہے؟ وضاحت سے لکھیں۔ (ظفر اقبال، شکر گڑھ)
الجواب: اگر پیشاب کے قطرے مسلسل آنے کی بیماری ہے تو مستحاضہ والی حدیث کی رو سے اسے ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا پڑے گا۔ بطورِ احتیاط اسے کپڑے کا وہ حصہ بھی دھونا چاہئے جہاں قطرہ گرنے کا احتمال ہو۔ اگر کبھی کبھار قطرہ آتا ہو تو اسے اس قطرہ کے بعد دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔
[شہادت، اگست ۲۰۰۰ء، طبع جدید ۱۱/ فروری ۲۰۰۸ء]

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حافظ زبیر علی زئی

عیسیٰ بن جاریہ الانصاری رحمہ اللہ

تابعینِ کرام میں سے عیسیٰ بن جاریہ الانصاری المدنی رحمہ اللہ کے مختصر وجامع حالات درج ذیل ہیں:

اساتذہ: سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ، سعید بن المسیّب رحمہ اللہ، سیدنا شریک صحابی رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ.

تلامذہ: ابوصخر حمید بن زیاد المدنی، زید بن ابی انیسہ، سعید بن محمد الانصاری، عنبسہ بن سعید الرازی اور یعقوب بن عبداللہ الاشعری القمی رحمہم اللہ.

اسماء الرجال کی نظر میں: محدثینِ کرام کا عیسیٰ بن جاریہ کی جرح وتعدیل کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **مختلف فيه** '' (الکاشف ۲/۳۱۴ ت ۴۴۳۷)

اب اس جرح وتعدیل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

جرح: جارحین اور ان کی جرح کا باحوالہ ذکر درج ذیل ہے:

۱۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا:

'' **روى عنه يعقوب القمي؛ لا نعلم أحدًا روى عنه غيره . وحديثه ليس بذاك** '' اس سے یعقوب القمی نے روایت بیان کی ہے، ہم نہیں جانتے کہ کسی دوسرے نے اس سے روایت بیان کی ہے اور اس کی حدیث قوی نہیں ہے۔

(تاریخ ابن معین، روایۃ عباس الدوری: ۴۸۱۰)

اور کہا: '' **عنده أحاديث مناكير ، يحدّث عنه يعقوب القمي و عنبسة قاضي الري** '' اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں، اس سے یعقوب القمی اور رَے

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کے قاضی عنبسہ روایت بیان کرتے ہیں۔ (روایۃ الدوری:۴۸۲۵)

عیسیٰ بن جاریہ کا شاگرد ایک ہے یا دو ہیں؟ اس بیان میں یہاں تعارض ہے۔

۲۔ ابن عدی نے کہا: ''وکلها غیر محفوظة'' اور (عیسیٰ بن جاریہ کی) تمام حدیثیں (بشمول آٹھ رکعات تراویح والی حدیث) غیر محفوظ (شاذ) ہیں۔ (الکامل ۱۸۸۹/۵، دوسرا نسخہ ۴۳۸/۶)

حدیث شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہا جاتا ہے لہٰذا غیر محفوظ کا مطلب شاذ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جو ثقہ راوی ثقہ لوگوں کے خلاف بیان کرے۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۷۹، وسندہ صحیح، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹ ح ۲۹۰ وسندہ حسن، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۸۱/۱، ۸۲ وسندہ حسن، مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۱۰۱)

۳۔ نسائی نے فرمایا:

''یروی عنه یعقوب القمي منکر'' اس سے یعقوب القمی روایت کرتا ہے، منکر ہے۔ (کتاب الضعفاء:۴۲۳)

امام نسائی سے صحیح سند کے ساتھ منکر الحدیث یا متروک کی جرح ثابت نہیں ہے۔

۴۔ العقیلی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(۳۸۳/۳، دوسرا نسخہ ۱۰۸۳/۳)

۵۔ ابن الجوزی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

(۲۳۸/۲ ت ۲۶۳۷)

☆ ابوداود: کہا جاتا ہے کہ ابوعبید الآجری (؟) نے ابوداود سے نقل کیا ہے:

''منکر الحدیث'' (دیکھئے تہذیب الکمال للمزی نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۴۲ ت ۵۲۰۸)

یہ جرح دو وجہ سے ثابت نہیں ہے: (۱) آجری تک صحیح سند نامعلوم ہے۔ (۲) آجری مذکور کا بذاتِ خود ثقہ وصدوق ہونا ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

☆ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ''فیه لین'' اس میں کمزوری ہے۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

(تقریب التہذیب:۵۲۸۸)

دوسری طرف عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک منفرد روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''رجاله ثقات'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (الاصابہ ۲/۱۵۲ ت ۳۹۰۹)

حافظ ابن حجر نے مزید کہا:

'' كما أخرجه أبو يعلى بإسنادحسن من رواية عيسى بن جارية وهو بالجيم عن جابر قال :كان أبي بن كعب يصلّي.... ''

(فتح الباری ۲/۱۹۸ ح ۷۰۲)

لہٰذا حافظ ابن حجر کی جرح اُن کی تعدیل سے متعارض ہے۔ اگر ایک ہی عالم کی جرح وتعدیل باہم متعارض ہوں اور تطبیق ونسخ نہ ہو سکے تو اس کی جرح وتعدیل دونوں ساقط ہو جاتی ہیں۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۵۵۲ ت ۴۸۲۹ عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت)

خلاصۃ الجرح: کل پانچ محدثین سے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح ثابت ہے۔

تعدیل: اب معدلین اور ان کی تعدیل کا باحوالہ ثبوت درج ذیل ہے:

۱۔ ابوزرعۃ الرازی نے فرمایا: ''لا بأس به'' ان کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل ۶/۲۷۳ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''إذا قلت لك :ليس به بأس فهو ثقة'' جب میں تمھارے سامنے کہوں کہ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں تو وہ ثقہ ہے۔

(الکفایہ للخطیب ص ۲۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ ''لا بأس به'' کلماتِ توثیق میں سے ہے۔ اسی لئے حافظ نورالدین الہیثمی نے لکھا ہے: ''ووثقه أبو زرعة'' اور ابوزرعہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۷۲)

۲۔ ابن حبان: ذکرہ فی کتاب الثقات (۵/۲۱۴) وروی لہ فی صحیحہ (۲۴۰۱/۲۴۰۹، ۲۴۰۶/ ۲۴۱۵)

۳۔ ابن خزیمہ: ''روى له في صحيحه ولم يتكلم فيه'' (صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

امام ابن خزیمہ نیشاپوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی سے روایت بیان کریں اور جرح نہ کریں تو وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ وصدوق ہوتا ہے اور وہ روایت بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ نیز دیکھئے البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر لابن الملقن (۱/ ۵۵۴، ۶۱۹)

امام ابن خزیمہ نے ایک حدیث ((**هو الطهور ماؤه ، الحلال ميتته .**)) بیان کی لیکن اس کے ساتھ ''**سنده صحيح**'' نہیں فرمایا۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/۵۹ ح ۱۱۱)

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب بلوغ المرام کے شروع میں فرماتے ہیں:

''**وصححه ابن خزيمة**'' اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (ح ۱)

امام ابن خزیمہ نے سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی لیکن اسے صراحتاً صحیح نہیں کہا۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/۱۴۳ ح ۲۸۳) اس حدیث کے بارے میں نیموی تقلیدی لکھتے ہیں: ''**و صححه ابن خزيمة**'' اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (آثار السنن حدیث نمبر: ۴۸)

معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کا اپنی صحیح میں مجرد روایت بیان کر دینا (بشرطیکہ وہ جرح نہ کریں) اس روایت کی ان کے نزدیک تصحیح ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**صحح ابن خزيمة حديثه ومقتضاه أن يكون عنده من (الثقات)**'' ابن خزیمہ نے ان کی حدیث کو صحیح کہا جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک ثقہ ہے۔ (تعجیل المنفعہ ص ۲۴۸ ت ۶۱۸، عبدالرحمٰن بن خالد بن جبل العدوانی) نیز دیکھئے الاصابہ (۱/۴۰۳ ت ۲۱۵۲)

امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب کا نام درج ذیل رکھا ہے:

''**مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ بنقل العدل عن العدل موصولاً إليه ﷺ من غير قطع في أثناء الإسناد ولا جرح في ناقلي الأخبار التي نذكرها بمشيئة الله تعالىٰ .**''

(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳ قبل ح ۱)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابن خزیمہ کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ عادل وغیر مجروح (ثقہ وصدوق) ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ بلیغ: امام ابن خزیمہ کے نزدیک کسی راوی کا ثقہ وصدوق ہونا یا کسی حدیث کا صحیح ہونا صرف اسی حالت میں قابلِ قبول ہے جب جمہور محدثین کے خلاف نہ ہو لہٰذا بعض الناس کا جمہور کے خلاف صحیح ابن خزیمہ کی بعض روایتوں یا بعض راویوں پر جرح کرنا ہمیں چنداں مضر نہیں ہے۔

۴۔ ہیثمی نے کہا: ''ورجال أبي يعلىٰ ثقات'' اور ابویعلیٰ کے راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ۲/۱۸۵، باب الانصات والإمام یخطب)

مسند ابی یعلیٰ (۳/۳۳۵ ح ۱۷۹۹) والی اس روایت میں عیسیٰ بن جاریہ کا نام صاف طور پر موجود ہے لہٰذا وہ ہیثمی کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۵۔ ذہبی: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں فرمایا: ''إسناده وسط'' اس کی سند درمیانی ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/۳۱۱)

۶۔ منذری: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں ''بإسناد جيد'' اچھی سند کے ساتھ، فرمایا ہے۔ (الترغیب والترہیب ۱/۵۰۷ ح ۱۰۶۹)

۷۔ بوصیری: انھوں نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں فرمایا: ''هذا إسناد حسن ، يعقوب مختلف فيه والباقي ثقات'' (زوائد ابن ماجہ: ۴۲۴۱)

معلوم ہوا کہ بوصیری کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ ثقہ ہیں۔

۸۔ ابویعلیٰ الخلیلی نے کہا: ''وروى عنه العلماء ، محله الصدق'' ان سے علماء نے روایت کی اور وہ سچائی کے مقام پر (یعنی سچے) ہیں۔ (الارشاد ۲/۷۸۶ ت ۶۷۵)

تنبیہ: الارشاد کے مطبوعہ نسخے میں کچھ گڑبڑ بھی ہے۔ کسی دوسرے راوی کے بارے میں لکھے ہوئے الفاظ اس تذکرے میں بھی آ گئے ہیں جن کی محشی نے صراحت کر دی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک عیسیٰ بن جاریہ ثقہ وصدوق ہیں

Islamic Research Centre www.ircpk.com

لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ پانچ کے مقابلے میں سات یا آٹھ جمہور ہی ہوتے ہیں۔

انور شاہ کاشمیری نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں کہا: ''وضعفه أكثر المحدثين'' اور اسے اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ (العرف الشذی ج۱ص۱۳۲ تحت ح۵۸۳)

یہ قول درج بالا تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆ امام بخاری نے عیسیٰ بن جاریہ کا التاریخ الکبیر (۶/۳۸۵) میں ذکر کیا اور اس پر کوئی طعن نہیں کیا۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

''وكذا كلّ من ذكره البخاري في تواريخه ولم يطعن فيه فهو ثقة ...''

اور اسی طرح بخاری نے اپنی تاریخوں میں جس کسی کو بھی ذکر کیا ہے اور اس پر طعن نہیں کیا تو وہ ثقہ ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص۲۲۳ واعلاء السنن ۱۹/۲۲۳)

☆ حافظ ابن ابی حاتم الرازی نے عیسیٰ بن جاریہ کو اپنی کتاب الجرح والتعدیل (۶/۲۷۳) میں ذکر کیا اور ابو حاتم الرازی سے ان پر کوئی جرح نقل نہیں کی۔ ظفر احمد تھانوی صاحب نے ایک اصول بنایا ہے کہ ابو زرعہ یا ابو حاتم کا جرح سے سکوت کرنا راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث (ص۲۴۸) اعلاء السنن (۱۹/۴۰۳)

یہ دونوں اقوال بطورِ الزام پیش کئے گئے ہیں۔

☆ نیموی تقلیدی نے عیسیٰ بن جاریہ کی بیان کردہ ایک روایت ذکر کر کے کہا:

''وإسناده صحيح'' (آثار السنن: ۹۶۱ دوسرا نسخہ: ۹۶۰، مسند ابی یعلیٰ ۳/۳۳۵ ح۱۷۹۹)

خلاصۃ التعدیل: عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔ رحمہ اللہ

شعبدہ بازیاں: بعض تقلیدی حضرات طرح طرح کی شعبدہ بازیوں کے ذریعے سے جمہور محدثین کے برعکس ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اور عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی وغیرہما کا دفاع اور عیسیٰ بن جاریہ اور محمد بن اسحاق بن یسار وغیرہما پر جرح میں مصروف رہتے ہیں

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حالانکہ جمہور محدثین کے مقابلے میں بعض محدثین کی جرح وتعدیل مرجوح ومردود ہوتی ہے۔سرفراز خان صفدر دیوبندی تقلیدی نے اعلان کر رکھا ہے کہ ''ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور آئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔مشہور ہے کہ

ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔'' (احسن الکلام طبع دوم ج ا ص ۴۰)

حالانکہ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ،عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی ، یزید بن ابی زیاد ،محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ،محمد بن اسحاق بن یسار ،عبدالحمید بن جعفر ،مکحول اور عیسیٰ بن جاریہ وغیرہم کے بارے میں ان لوگوں نے جمہور کا دامن چھوڑ کر اقلیت کے جھنڈے تلے پناہ لے رکھی ہے۔لینے دینے کے پیمانے ایک جیسے ہونے چاہئیں ورنہ پھر ایک دن عدالتِ انصاف میں جواب دینا ہی پڑے گا۔

ایک شبہ: بعض تقلیدی حضرات جب دیکھتے ہیں کہ فریقِ مخالف کی حدیث میں جو راوی ہے اسے ابوزرعہ ،ابن خزیمہ ،ابن حبان ،ذہبی اور ہیثمی وغیرہم ثقہ وصدوق سمجھتے ہیں تو وہ ان ائمہ کے بعض دیگر اقوال وتحقیقات پیش کر کے یہ راگ الاپنا شروع کر دیتے ہیں کہ (۱)لابأس بہ...کچھ مفید نہیں ہے۔(۲)ابن حبان ...غیر معتبر ہے۔(۳)ابن خزیمہ نے حدیث ابن جاریہ کی تصحیح نہیں فرمائی (۴)علامہ ہیثمی کی تصحیح وتحسین بھی غیر مقلدین کے ہاں معتبر نہیں...وغیرہ،جیسا کہ حافظ ظہور احمد حسینی دیوبندی تقلیدی نے اپنی کتاب ''رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ'' میں لکھ رکھا ہے۔(ص ۲۱۷تا۲۲۹)

عرض ہے کہ ہمارا طرزِ عمل اور منہج واضح ہے،جس کا ہم بار بار اعلان کر چکے ہیں کہ تعارض واختلاف کی صورت میں جمہور محدثین کو ہی ترجیح ہوگی اور اس پر ہمارا ہمیشہ عمل رہا ہے۔کوئی شخص اس منہج کے خلاف ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتا۔باقی جو کچھ ہے وہ آلِ تقلید کی شعبدہ بازیاں ہیں اور بس!

آخری بات: عیسیٰ بن جاریہ الانصاری نے سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ

Islamic Research Centre www.ircpk.com

رکعتیں اور وتر پڑھے....الخ

(صحیح ابن خزیمہ ۲/۱۳۸ ح ۱۰۷۰، صحیح ابن حبان، الاحسان ۴/۶۲ ح ۲۴۰۱، ۴/۶۴ ح ۲۴۰۶)

یہ روایت حسن لذاتہ ہے۔ اسے ابن خزیمہ و ابن حبان وغیرہما نے صحیح وغیرہ قرار دیا ہے لہٰذا حافظ ابن عدی اکیلے کی اس پر جرح صحیح نہیں ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ کی اس روایت کے بارے میں عرض ہے کہ عینی حنفی اور زیلعی حنفی نے اسے ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ۷/۷۷ ح ۱۱۲۹، نصب الرایہ ۲/۱۵۲)

ملا علی قاری (حنفی) فرماتے ہیں:

''فإنه صح عنه أنه صلّى بهم ثماني ركعات والوتر''

بے شک آپ ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے لوگوں کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر پڑھایا۔ (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ۳/۳۷۹ تحت ح ۱۳۰۲)

انور شاہ کشمیری دیوبندی تقلیدی نے کہا: صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات پڑھائی تھیں۔ الخ دیکھئے العرف الشذی (ص ۱۶۶)

طحطاوی حنفی نے کہا: کیونکہ بے شک نبی علیہ السلام نے بیس نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھیں۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۹۵، الحدیث: ۲۹ ص ۴۸)

یہی بات کنز الدقائق کے حاشیے میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ (ص ۳۶ حاشیہ نمبر: ۴)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے'' (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

عبدالشکور لکھنوی تقلیدی لکھتے ہیں:

''اگرچہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے اور....'' (علم الفقہ ص ۱۹۸ حاشیہ)

نیز دیکھئے میری کتاب تعدادِ قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (ص ۱۰۷ تا ۱۱۱)

وما علینا إلا البلاغ (۱۸/ رمضان ۱۴۲۷ھ)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حافظ ندیم ظہیر

فضائلِ اعمال

کتاب الجنائز

نمازِ جنازہ پڑھنے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت

۱۱۸) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازے میں حاضر ہوا حتیٰ کہ نمازِ جنازہ پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط (ثواب) ہے اور جو دفنانے تک ساتھ رہا تو اس کے لئے دو قیراط (ثواب) ہے۔ پوچھا گیا: دو قیراط کتنے ہیں؟ فرمایا: دو عظیم پہاڑوں کی مانند۔ (صحیح بخاری: ۱۳۲۵، صحیح مسلم: ۹۴۵، دارالسلام: ۲۱۸۹)

۱۱۹) سیدنا ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نمازِ جنازہ پڑھی اس کے لئے ایک قیراط (ثواب) ہے۔ پھر اگر (میت کو) دفنانے تک موجود رہا تو اس کے لئے دو قیراط ہیں (اور) قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۴۶، دارالسلام: ۲۱۹۶)

فوائد:

① مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں ان میں سے ایک نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۲۴۰، صحیح مسلم: ۲۱۶۲، دارالسلام: ۵۶۵۱)

② لوگوں میں اکثریت ایسی ہے جو نمازِ جنازہ میں صرف اس لئے شامل ہوتے ہیں کہ ورثاءِ میت کے ہاں نمایاں ہو سکیں حالانکہ مذکورہ اجر و ثواب کا مستحق وہی شخص ہے جو ایمان و ثواب کی نیت سے نمازِ جنازہ ادا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**من اتبع جنازة مسلم إيمانًا و احتسابًا** ....)) جو شخص ایمان و ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہو۔ (صحیح بخاری: ۴۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتا چلا کہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے کو ایک قیراط اور دفنانے

Islamic Research Centre www.ircpk.com

تک موجود رہنے والے کو دو قیراط ثواب ملتا ہے تو آپ کی پریشانی کا عالم یہ تھا کہ مٹھی بھر مسجد کی کنکریاں لے کر انھیں الٹتے پلٹتے رہے اور جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کی مزید تصدیق وتائید ہوگئی تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کنکریوں کو زمین پر دے مارا اور فرمایا: یقیناً ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے ہیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۹۴۵، دارالسلام: ۲۱۹۵)

③ قیراط کی تشریح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے جس سے واضح ہوگیا کہ قیراط سے مراد عام دنیوی قیراط نہیں ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر خاص فضل وکرم ہے کہ قلیل عمل کی وجہ سے کثیر اجر وثواب سے نواز رہا ہے۔ سبحان اللہ!

⑤ درج بالا دونوں حدیثیں نمازِ جنازہ کی اہمیت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

میت کے لئے شفاعت اور تعریف کا بیان

۱۲۰) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے، جس کی تعداد ایک سو ہو اور وہ سب اس کے حق میں سفارش کریں تو اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۹۴۷، دارالسلام: ۲۱۹۸)

۱۲۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے: جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ اس کے بارے میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۴۸، دارالسلام: ۲۱۹۹)

۱۲۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نمازِ جنازہ سو مسلمان آدمی پڑھیں تو اسے بخش دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۴۸۸، وسندہ ضعیف، لیکن صحیح مسلم [۹۴۷] میں اس کا شاہد موجود ہے جس سے یہ بھی صحیح قرار پاتی ہے۔)

فوائد:

نمازِ جنازہ میں جتنی تعداد زیادہ ہوگی اتنا ہی میت کو فائدہ زیادہ ہوگا لیکن اس سلسلے میں

Islamic Research Centre www.ircpk.com

دو اہم باتیں پیشِ نظر رہنی چاہئیں:

① مرنے والے (میت) کے حق میں یہ شفاعت اسی وقت مفید ثابت ہوگی جب وہ صحیح العقیدہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر لحاظ سے کسی کو شریک نہ کرتا ہو کیونکہ شرک کے ارتکاب سے تمام اعمال تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:
﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ اور اگر (بالفرض) یہ (انبیاء) بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے ان کے سب اکارت ہو جاتے۔ (الانعام:۸۸)
اور مشرک کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ یقیناً جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (المآئدۃ:۷۲)

② یہی معاملہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے کا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والا نہ ہو جیسا کہ حدیث (۱۲۱) سے واضح ہے۔ خلوصِ دل سے میت کے لئے سفارش کرے یعنی دعائیں کرے: ''اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ .... '' وغیرہ لیکن لوگوں کی اکثریت ایسی دیکھی گئی ہے جو صفوں میں خاموش کھڑے رہتے ہیں۔ انھیں سرے سے نماز جنازہ کی دعائیں ہی یاد نہیں ہوتیں، وہ شفاعت کیا کریں گے؟
لہٰذا معلوم ہوا کہ تعداد کے ساتھ ساتھ صحیح العقیدہ اور مخلص ہونا بھی ضروری ہے۔

۱۲۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو (میت کی) اچھائی کے ساتھ تعریف کی گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی اور (دوسرا) جنازہ گزرا تو (میت کو) برائی کے ساتھ یاد کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ایک جنازہ گزرا تو (لوگوں نے اس کی) اچھے کلمات کے ساتھ تعریف کی (اور) آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی اور (دوسرا) جنازہ گزرا تو اُسے بُرے کلمات کے ساتھ یاد کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

Islamic Research Centre www.ircpk.com

واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے تم نے اچھا کہا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جسے تم نے برا کہا تو اس کے لئے (جہنم کی) آگ واجب ہوگئی، تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔
(صحیح بخاری: ۱۳۶۷، صحیح مسلم: ۹۴۹ واللفظ لہ، دارالسلام: ۲۲۰۰)

فوائد:

مذکورہ حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کردار کا غازی، بات کا سچا اور معاملات میں کھرا ہو، اپنے اخلاق کو اس قدر سنوار کر رکھے کہ بیگانے بھی انگلی اٹھانے کی جرأت نہ کریں غرضیکہ ایمان و اعمال کے سانچے میں اس انداز سے ڈھلا ہو کہ مرنے کے بعد بھی لوگ اس کی اچھائیاں بیان کریں، اس کے حق میں تعریفی کلمات کہیں جو اس کی بخشش کا ذریعہ بنتے رہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان آدمی کے بارے میں چار آدمی نیک ہونے کی گواہی دے دیں، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ (عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) ہم نے کہا: اور تین، آپ ﷺ نے فرمایا: اور تین، ہم نے کہا: اور دو تو آپ نے فرمایا: اور دو (بھی) پھر ہم نے ایک کے بارے میں نہیں پوچھا۔ (صحیح بخاری: ۱۳۶۸)

نیز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اس کے حق میں اس کے چار قریبی ہمسائے گواہی دیں (کہ ہمارے علم کے مطابق یہ اچھا آدمی ہے) تو (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میں نے تمھاری گواہی قبول فرمالی ہے اور جو تم نہیں جانتے میں نے وہ (بھی) اسے معاف کر دیا ہے۔ (مسند احمد ۲۴۲/۳ وسندہ حسن، صحیح ابن حبان: ۳۰۲۶ والحاکم ۳۷۸/۱)

معلوم ہوا کہ تعریفی کلمات بھی بخشش کا ذریعہ بنتے ہیں لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ بجالائے جائیں اور منکرات وخرافات سے اپنا دامن بچایا جائے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ لوگوں کی خواہشات کے احترام کی بجائے کتاب و سنت پر عمل پیرا ہوا جائے کیونکہ اسی ذریعے سے دنیا و آخرت میں عزت ملتی ہے۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حافظ زبیر علی زئی

صحیح بخاری کا دفاع

(قسط:۴)

مجرم (۳۱): ''ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ میں اور عائشہ کے بھائی عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے غسل کر کے دکھایا اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ (کتاب الغسل، بخاری۔ ص ۱۸۵) مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا، زبانی بتا دیا ہوتا یا ابوسلمہؓ اپنی بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتہ چلا سکتا تھا بعد میں اُن سے خود سیکھتا۔'' (اسلام کے مجرم ص ۴۵، ۴۶)

الجواب: اس سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں راقم الحروف نے تفصیلی بحث و تحقیق ماہنامہ الحدیث حضرو:۲ میں شائع کی تھی۔ وہی سوال و جواب بعض اصلاح کے ساتھ پیش خدمت ہے:

سوال: صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دو مردوں کے سامنے غسل کیا تھا۔ شیعہ اور منکرینِ حدیث یہ حدیث بیان کر کے صحیح بخاری پر اعتراض کرتے ہیں، آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں اس حدیث کا مفہوم سمجھائیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ (حافظ اسد علی، خیر باڑہ، غازی ضلع ہری پور)

جواب: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' **حدثنا عبداللّٰه بن محمد قال :حدثني شعبة قال :حدثني أبوبكر بن حفص قال :سمعت أبا سلمة يقول :دخلت أنا وأخو عائشة علىٰ عائشة فسألها أخوها عن غسل النبي ﷺ ؟ فدعت بإناء نحو من صاع فاغتسلت وأفاضت علىٰ رأسها وبيننا وبينها حجاب** ''

(صحیح بخاری: کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوہ، ح ۲۵۱)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن) فرماتے ہیں کہ: میں اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا (رضاعی) بھائی (ہم دونوں) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس گئے، آپ کے (رضاعی) بھائی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (سر مبارک کے) غسل کے بارے میں پوچھا (کہ یہ کیسا تھا؟) تو انھوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے صاع (ڈھائی کلو) کے برابر (پانی کا) ایک برتن منگوایا پھر انھوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا، ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔

اس حدیث کو اس مفہوم کے ساتھ امام مسلم (۴۲/۳۲۰، دارالسلام:۷۲۸) نسائی (الصغریٰ ۱/۱۲۷ح ۲۲۸ والکبریٰ ۱/۱۱۶ح ۲۳۲) احمد بن حنبل (المسند ۶/۷۱، ۷۲ح ۲۴۹۳۴، ۶/۱۴۳ح ۲۵۶۲۰) ابونعیم الاصبہانی (المستخرج علیٰ صحیح مسلم ۱/۳۷۰ ح ۷۲۰) ابوعوانہ (المسند المستخرج ۱/۲۹۵، ۲۹۶) اور بیہقی (السنن الکبریٰ ۱/۱۹۵) نے شعبہ (بن الحجاج) کی سند سے مختصراً و مطولاً بیان کیا ہے۔ اس روایت کے مفہوم میں درج ذیل باتیں اہم ہیں:

۱: صحابہ کرام کے دور میں اس بات پر شدید اختلاف ہوگیا تھا کہ غسل جنابت کرتے وقت عورت اپنے سر کے بال کھولے گی یا نہیں، اور یہ کہ غسل کے لئے کتنا پانی کافی ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال کھول کر غسل کریں۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: '' **يا عجبًا لابن عمرو هذا يأمر النساء إذا اغتسلن أن ينقضن رؤوسهن ، أفلا يأمرهن أن يحلقن رؤوسهن** '' !؟ ابن عمرو پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال کھول دیں کیا وہ انہیں یہ حکم نہیں دے دیتے کہ وہ اپنے سر کے بال منڈوا ہی دیں؟

(صحیح مسلم: ۳۳۱/۵۹، دارالسلام: ۷۴۷)

۲: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما پر رد کے لئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عملاً سر پر پانی ڈال کر سمجھایا کہ بال کھولنا ضروری نہیں ہے۔

۳: محدث ابوعوانہ الاسفرائنی (متوفی ۳۱۶ھ) نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے:

''**باب صفة الأواني التي كان يغتسل منها رسول الله ﷺ ، وصفة غسل**

Islamic Research Centre www.ircpk.com

رأسه من الجنابة ، دون سائر جسده ''

رسول اللہ ﷺ کے غسل والے برتنوں کا بیان، اور غسل جنابت میں، باقی سارے جسم کو چھوڑ کر (صرف) سر دھونے کی صفت کا بیان۔ (صحیح ابی عوانہ ۱/۲۹۴)

محدث کبیر کی اس تبویب سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صرف سر دھو کر دکھایا تھا، باقی جسم دھو کر نہیں دکھایا تھا۔

۴: صحیح مسلم والی روایت میں آیا ہے کہ '' فأفرغت علی رأسها ثلاثًا ''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر پر تین دفعہ (بال کھولے بغیر ہی) پانی بہایا تھا۔ (۳۲۰/۴۲) باقی جسم کے غسل کا ذکر اس روایت میں قطعاً نہیں ہے۔

۵: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آیا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شاگردوں کے درمیان (موٹا) پردہ (حجاب، ستر) تھا۔ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ غسل کر رہے تھے '' فاطمة ابنته تستره بثوب '' اور آپ کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک کپڑے کے ذریعے سے آپ کا پردہ کر رکھا تھا۔

(موطأ امام مالک ۱/۱۵۲ ح ۳۵۶ تحقیقی، وصحیح البخاری: ۳۵۷ وصحیح مسلم: ۸۲/۲۳۶ بعد ح ۷۱۹)

یہ ظاہر ہے کہ پردے کے پیچھے سے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ورنہ پھر پردے کا مقصد کیا ہے؟

۶: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید البصری تھے (ارشاد الساری للقسطلانی ج ۱ ص ۳۱۷) یا کثیر بن عبید الکوفی تھے (فتح الباری ۱/۳۶۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے (فتح الباری ۱/۳۶۵) معلوم ہوا کہ یہ دونوں شاگرد، غیر محرم نہیں بلکہ محرم تھے، دینِ اسلام میں محرم سے سر، چہرے اور ہاتھوں کا کوئی پردہ نہیں ہے۔

۷: عبدالرحمٰن دیوبندی لکھتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہونے والے یہ دونوں محرم تھے، حضرت عائشہؓ نے ان کے سامنے پردہ ڈال کر غسل کیا اور دونوں نے

Islamic Research Centre www.ircpk.com

حضرت عائشہؓ کا سر اور اوپر کا بدن دیکھا جو محرم کو دیکھنا درست ہے لیکن جسم کے باقی اعضاء جن کا مستور رکھنا محرم سے بھی ضروری ہے وہ پردہ میں تھے''

(فضل الباری ج ۲ ص ۴۲۸، از افادات شبیر احمد عثمانی دیوبندی)

۸: غلام رسول سعیدی بریلوی لکھتے ہیں: ''اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے۔ ان میں سے ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن یزید آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لئے کافی ہوتا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا جس کو دیکھنا محرم کے لئے جائز ہے اور اگر انہوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستر کا انتظام، سر اور چہرے کے نچلے حصے کے لئے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لئے جائز نہیں ہے'' (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۱۹۔۱۰۲۰)

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں صرف یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ غسل میں، سر کے بال کھولے بغیر ہی سر پر تین دفعہ پانی ڈالنا چاہئے، اس حدیث کا باقی جسم کے غسل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۲ ص ۳۰ تا ۳۳، جولائی ۲۰۰۴ء)

یہ صحیح ہے کہ مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا لیکن اگر اپنے بھائی بھانجے کو عملاً سر پر پانی ڈال کر مسئلہ سمجھا دیا تو اس میں قباحت بھی نہیں ہے۔

مجرم (۳۲): ''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاط کرنا

Islamic Research Centre www.ircpk.com

چاہتے تو حیض کے غلبہ کے دوران ازار (لنگی تہمد) باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اختلاط فرماتے۔ (کتاب الحیض بخاری۔صفحہ ۱۹۸) قرآن اس سے منع فرماتا ہے۔'' (اسلام کے مجرم ص ۴۶)

الجواب: صحیح بخاری (۳۰۲) کی اس حدیث میں مباشرت (اختلاط) سے مراد یہ ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کپڑے پہنے ہوئے، ازار باندھے ہوئے اکٹھے لیٹ جائیں تو جائز ہے بشرطیکہ جماع نہ کریں کیونکہ حالتِ حیض میں جماع کرنا حرام ہے۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اپنی شہوت پر کنٹرول کرنے والے تھے یعنی آپ حالت حیض میں مباشرت تو فرماتے لیکن جماع ہرگز نہیں کرتے تھے۔قرآنِ مجید میں جس مباشرت اور قربت سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد جماع ہے۔ دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری (۲/۲۲۵) لہٰذا قرآن وحدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔والحمدللہ

مجرم (۳۳): ''عائشہ ؓ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ہمارے بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے۔(بخاری، کتاب سوم صفحہ ۶۹۱) کیا یہ سچ ہوسکتا ہے؟ کیا واقعی امام بخاری نے یہ حدیث لکھی ہوگی؟'' (اسلام کے مجرم ص ۴۷)

الجواب: صحیح بخاری (کتاب الصوم: ۱۹۲۷، ۱۹۲۸) کی یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اسے امام بیہقی اور امام بغوی دونوں نے امام بخاری سے نقل کر رکھا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۳۰، شرح السنۃ للبغوی ۶/۲۷۶ ح ۱۷۴۹)

امام بخاری کے علاوہ اس حدیث کو معمولی اختلاف کے ساتھ امام مالک (الموطأ ۱/۲۹۲ ح ۶۵۲) امام شافعی (کتاب الام ۲/۹۸) اور امام احمد بن حنبل (المسند ۶/۴۲ ح ۲۴۱۵۴) نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں مباشرت سے مراد اپنی بیوی کے ساتھ صرف لیٹنا اور پیار کرنا ہے بشرطیکہ آدمی اپنی شہوت پر کنٹرول کر سکے۔ یہاں مباشرت سے مراد جماع ہرگز نہیں ہے۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑی عمر کا شوہر جسے اپنی شہوت پر مکمل کنٹرول حاصل ہو، اپنی بیوی کا روزے کی حالت میں بوسہ لے سکتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ بات قرآنِ مجید کی کسی آیت

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کے خلاف نہیں ہے۔

مجرم (۳۴): ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (بخاری۔جلد اول۔صفحہ ۲۰۱) کیا یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ہوسکتی ہے؟'' (اسلام کے مجرم ص ۴۷)

الجواب: صحیح بخاری (۶۰۸) ومؤطا امام مالک (۱/۶۹، ۷۰ ح ۱۴۹) والصحیفۃ الصحیحۃ للامام ہمام بن منبہ (۲۶) اور مسند احمد (۲/۳۱۳ ح ۸۱۳۹) وغیرہ کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے اور آواز کے ساتھ اپنی ہوا نکالتا ہے۔ بعض مواقع پر شیطان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا قرآنِ مجید سے ثابت ہے۔ دیکھئے سورۃ الانفال (۴۸)

رہا اس کی ہوا کا خارج ہونا تو اس پر تعجب کی کیا بات ہے؟ جب انسان کی ہوا خارج ہوتی ہے تو کیا شیطان کی ہوا خارج نہیں ہوسکتی؟

مجرم (۳۵): ''عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اس نے بندریا کے ساتھ زنا کیا تھا سب بندروں نے سنگسار کیا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔ ایک اور حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ وہ بندریا ایک ادھیڑ عمر بندر کے ساتھ لیٹی تھی۔ ایک جوان بندر آیا اور آنکھ مار کر اسے اپنے ساتھ لے گیا پھر انہوں نے زنا کیا۔ (بخاری جلد دوم۔صفحہ ۲۰۱) جانور پر شرعی قانون؟'' (اسلام کے مجرم ص ۴۷، ۴۸)

الجواب: یہ حدیث نہیں بلکہ عمرو بن میمون تابعی رحمہ اللہ کا بیان کردہ واقعہ ہے۔ اس واقعے میں بندروں سے مراد جن ہیں۔ دیکھئے ص ۳۷۔۳۹

مجرم (۳۶): ''آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ (بخاری جلد دوم۔صفحہ ۱۳۴)'' (اسلام کے مجرم ص ۴۸)

الجواب: صحیح بخاری (۳۲۷۳) وصحیح مسلم (۸۲۸، ترقیم دار السلام: ۱۹۲۵) والی یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

مسند احمد (۲/۱۳ ح ۴۶۱۲ وسندہ صحیح) صحیح ابن خزیمہ (۱۲۷۳) صحیح ابن حبان (۱۵۴۳)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

صحیح ابی عوانہ (۱/۳۸۲، ۳۸۳) السنن الکبریٰ للنسائی (۱۵۵۱)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی یہ حدیث بیان کی ہے:

۱: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۷۴ وسندہ صحیح)

۲: عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: ۸۳۲، دارالسلام: ۱۹۳۰)

۳: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۷۵ وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۱۲۵۲ وسندہ حسن)

۴: عائشہ رضی اللہ عنہا (السنن الصغریٰ للنسائی ۱/۲۷۹ ح ۵۷۱ وسندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شیطان طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت اپنے دونوں سینگ رکھتا ہے۔ (مؤطا امام مالک ۱/۲۲۱ ح ۵۱۸ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور سورج کا شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع وغروب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت وہاں شیطان اپنے سینگوں سمیت کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ لوگ اس کی طرف سجدہ کریں۔

مجرم (۳۷): ''کیا تم کسی جانور کو دیکھتے ہو کہ وہ ناقص الاعضاء یعنی بغیر کان آنکھ یا ناک یا بغیر پنجے کے پیدا ہوا ہے (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا) (بخاری شریف جلد اول۔ صفحہ ۵۲۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف حقیقت بات کیسے فرما سکتے ہیں؟ جانور ناقص الاعضاء آئے دن پیدا ہوتے ہیں۔''

(اسلام کے مجرم ص ۵۴، ۵۵)

الجواب: صحیح بخاری (۱۳۵۸، ۱۳۵۹) وصحیح مسلم (۲۶۵۸) کی اس حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی (وغیرہ) بنا دیتے ہیں جس طرح ہر جانور صحیح وسالم بچہ جنتا ہے کیا تم ان میں کوئی کان کٹا بچہ بھی دیکھتے ہو؟ پھر (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ الآیۃ

یہ حدیث اس مفہوم اور کئی سندوں کے ساتھ صحیح بخاری وصحیح مسلم سے پہلے الصحیفۃ الصحیحۃ للامام ہمام بن منبہ (۶۶) مصنف عبدالرزاق (۱۱/۱۱۹ ح ۲۰۰۸۷) مسند احمد (۲/۲۷۵ ح ۷۷۱۲)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

موطأ امام مالک (۱/۲۴۱ ح ۵۷۲) اور مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۱۱۱۹ وسندہ صحیح) وغیرہ میں موجود ہے۔

اس حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ عام طور پر جانور صحیح وسالم پیدا ہوتے ہیں لیکن انسان اُن کے کان کاٹ کر کن کٹا بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح عام طور پر انسان دین اِسلام پر پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کے والدین انھیں کافر ومشرک بنا دیتے ہیں۔ ''یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا'' کے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات حقیقت پر مبنی ہے اور یہی حق ہے اگرچہ منکرین حدیث اس کا کتنا بھی انکار کرتے پھریں۔

مجرم (۳۸): ''فرشتہ ماں کے پیٹ میں ہی تقدیر لکھ دیتا ہے یعنی زندگی، موت اور رزق۔ اعمال بد ہونا اور اچھا ہونا۔ (بخاری کتاب الحیض۔ صفحہ ۲۰۱) اگر ایسا ہوتا تو قرآن کا ہدایت نامہ نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' (اسلام کے مجرم ص ۵۵)

الجواب: صحیح بخاری (۳۱۸) وصحیح مسلم (۲۶۴۶، دارالسلام: ۶۷۳۰) وغیرہما کی اس صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ رب تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے رزق، موت، خوش قسمت ہونے، یا بد بخت ہونے کو لکھ دو۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق تقدیر سے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے لہٰذا وہ یقیناً سب جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا اور پرسوں کیا ہوگا۔ وہ اپنے علم غیب سے بندے کی تقدیر لکھوا دیتا ہے تو اس پر اعتراض کی کیا بات ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ کہہ دو ہم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی سوائے اس کے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔ (التوبہ:۵۱)

نیز دیکھئے سورۃ الحدید (۲۲)

شرح حدیث جبریل کی تشریح میں چھٹے فائدے کے تحت شیخ عبدالمحسن العباد المدنی فرماتے ہیں:

تقدیر پر ایمان: ۱

ششم: ان دونوں تابعین کے سوال کا عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما نے جو جواب دیا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کا انکار سنگین (اور خوفناک) بدعت ہے۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ابن رجب کہتے ہیں کہ تقدیر پر ایمان دو طرح کا ہے:

درجۂ اول: اس پر ایمان کہ بندے جو خیر، شر، اطاعت اور نافرمانی کے اعمال کریں گے، اُن کی پیدائش اور وقوع سے پہلے یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے (وہ سب جانتا ہے) کہ ان میں کون جنتی اور کون دوزخی ہے۔ اللہ نے ان کی تخلیق و تکوین سے پہلے ان کے اعمال کا بدلہ ثواب و عذاب کی صورت میں تیار کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ نے اپنے پاس لکھ رکھا ہے اور اسے سب معلوم ہے۔ بندے وہی اعمال کرتے ہیں جو پہلے سے اللہ کے علم اور کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

درجۂ دوم: بندوں کے تمام افعال چاہے کفر ہو یا ایمان، اطاعت ہو یا نافرمانی، اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اور وہ ان سے (ایمان و اطاعت) چاہتا ہے۔

اہلِ سنت و الجماعت اس (عقیدے) کا اقرار کرتے ہیں اور قدریہ (منکرین تقدیر) اس کا انکار کرتے ہیں۔ درجۂ اول کو بہت سے منکرینِ تقدیر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کے غالی حضرات جیسے معبد الجہنی، جس کے بارے میں ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے سوال ہوا تھا، اور عمرو بن عبید وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ بہت سے ائمۂ سلف نے کہا ہے کہ قدریہ سے علم پر مناظرہ کرو۔ اگر وہ اس کا اقرار کر لیں تو انھیں شکست ہو جائے گی اور اگر انکار کریں تو کفر کریں گے۔ (یعنی کافر ہو جائیں گے) ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے علمِ قدیم کا انکار کرے جو بندوں کے افعال سے پہلے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے بندوں کو پیدا کرنے سے پہلے انھیں بدبخت اور خوش بخت میں تقسیم کر دیا ہے اور اسے اللہ نے اپنے پاس محفوظ کتاب میں لکھ دیا ہے، تو اس شخص نے قرآن کا انکار کیا لہٰذا اس سے وہ کافر ہو گیا۔

اور اگر وہ اس کا اقرار کریں اور اس کا انکار کریں تو اللہ نے اپنے بندوں کے افعال پیدا کئے اور اُن سے تکوینی تقدیری ارادہ چاہا (یعنی حق و باطل کے دونوں راستوں کا اختیار دے کر یہ چاہا کہ وہ حق پر چلیں) تو وہ (منکرینِ تقدیر) لاجواب ہو جائیں گے کیونکہ انھوں نے وہ چیز تسلیم کر لی ہے جس کا وہ انکار کر رہے تھے۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ان لوگوں کی تکفیر میں علماء کے درمیان مشہور اختلاف ہے۔شافعی، احمد اور دوسرے ائمہ مسلمین اُس شخص کو کافر کہتے ہیں جو (اللہ کے) علمِ قدیم کا انکار کرتا ہے۔(جامع العلوم والحکم ۱/۱۰۳،۱۰۴)

(شرح حدیث جبریل ص ۱۵ تا ۱۷)

دوسرے مقام پر اسی فائدے کی مفصل تشریح کرتے ہوئے شیخ عبدالمحسن فرماتے ہیں:

تقدیر پر ایمان:۲

ششم: اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان کے بارے میں قرآنِ مجید میں بہت سی آیات ہیں اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلۂ تقدیر حق ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو قدر (تقدیر و مقدار) کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (القمر:۴۹)

اور فرمایا: ﴿قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ کہہ دو ہمیں تو وہی مصیبت پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔ (التوبۃ:۵۱)

اور فرمایا: ﴿مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ زمین میں اور تمھیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے پہلے ہماری کتاب میں درج ہے، اللہ کے لئے یہ (بہت) آسان ہے۔(الحدید:۲۲)

رہی سنت تو امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں تقدیر کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں ایسی بہت سی احادیث ہیں جن سے تقدیر ثابت ہوتی ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے قوی مومن بہتر اور پسندیدہ ہے اور (ان) سب میں خیر ہے۔جو چیز تجھے نفع دے اُس کی حرص کر، اللہ سے مدد مانگ اور (اس سلسلے میں) سستی نہ کر۔اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح اور اس طرح کرتا۔بلکہ یہ کہہ: اللہ کی یہی تقدیر ہے، اُس نے جو چاہا ہُوا۔کیونکہ لَوْ (اگر مگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۶۶۴)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

طاؤس (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہ فرماتے ہوئے پایا ہے کہ ہر چیز تقدیر سے ہے اور میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ (دماغی) عاجزی اور ذہانت بھی تقدیر سے ہے۔
(صحیح مسلم:۲۶۵۵)

عاجزی اور ذہانت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ تروتازہ کی تروتازگی، سُست کی سُستی اور عاجزی سب تقدیر سے ہے۔ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ''اس کا معنی یہ ہے کہ عاجز کی عاجزی اور ذہین کی ذہانت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے''
(شرح صحیح مسلم ۱۶/۲۰۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کا جنت و دوزخ میں ٹھکانا لکھا ہوا ہے (یعنی جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائے گا) تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اسی پر توکل کر کے نہ بیٹھ جائیں؟ تو آپ نے فرمایا: اعمال کرو، جو میسر ہیں (یعنی جنتی کے لئے جنت کے اعمال میسر کئے گئے ہیں لہٰذا اُسے چاہئے کہ وہ جنتیوں کے اعمال کرے) پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیo وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰیo ﴾ سے لے کر ﴿لِلْعُسْرٰی﴾ [سورۃ اللّیل: ۵، ۱۰] تک۔
(صحیح بخاری: ۴۹۴۵ وصحیح مسلم: ۲۶۴۷ عن علی رضی اللہ عنہ)

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بندوں کے نیک اعمال تقدیر میں ہیں اور انھی سے خوش قسمتی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے اور بندوں کے بُرے اعمال تقدیر میں ہیں اور ان سے بدبختی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے اسباب بنائے ہیں۔ کوئی چیز بھی اللہ کی تقدیر، فیصلے، تخلیق اور ایجاد سے باہر نہیں ہے۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھاتا ہوں، اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھ تُو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب (مافوق الاسباب)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ، اور جان لے کہ اگر سب لوگ تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف وہی فائدہ پہنچے گا جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف وہی نقصان پہنچ سکتا ہے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اُٹھا لئے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ (سنن الترمذی:۲۵۱۶ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'')

تقدیر پر ایمان کے چار درجے ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے:

پہلا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کے بارے میں اللہ کا علم ازلی وابدی ہے۔ ہر چیز جو ہونے والی ہے، ازل سے اللہ کے علم میں ہے، اللہ کو کسی چیز کے بارے میں قطعاً جدید علم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پہلے سے ہی اُسے ہر چیز کا پُورا علم ہے۔

دوسرا درجہ: ہر چیز جو واقع ہونے والی ہے، اس کے بارے میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے، سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں، زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی ہیں۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم:۲۶۵۳ من حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

تیسرا درجہ: اللہ کی مشیئت اور اس کا ارادہ، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی مشیئت سے ہو رہا ہے۔ اللہ کے ملک میں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ جو اللہ نے چاہا تو ہوا اور جو نہیں چاہا تو نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا حکم صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ فرماتا ہے: كُنْ (ہو جا) تو ہو جاتا ہے [یٰسٓ:۸۲] اور فرمایا: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ اور تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔ (التکویر:۲۹)

چوتھا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کا وجود اور تخلیق اللہ کی مشیئت پر ہے، اس کے ازلی علم کے مطابق اور جو اُس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے، وہ اشیاء اور ان کے افعال اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Islamic Research Centre www.ircpk.com

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔(الزمر:٦٢)
اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور تم جو اعمال کرتے ہو انھیں (بھی) پیدا کیا ہے۔(الصّٰفّٰت:٩٦)

تقدیر پر ایمان، اُس غیب پر ایمان ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تقدیر میں جو کچھ ہے اس کا واقع ہونا لوگوں کو دو طرح سے معلوم ہوسکتا ہے:

① کسی چیز کا واقع ہو جانا، جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تقدیر میں یہی تھا، اگر یہ تقدیر میں نہ ہوتا تو واقع ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا تو نہیں ہوتا۔

② مستقبل میں ہونے والے واقعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں مثلاً دجّال، یاجوج و ماجوج اور نزول عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) وغیرہ اُمور کے بارے میں آپ کی پیش گوئیاں، جو کہ آخری زمانے میں وقوع پذیر ہوں گی۔ یہ پیش گوئیاں اس کی دلیل ہیں کہ ان اُمور کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یہی اللہ کی تقدیر اور فیصلے میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی وہ پیش گوئیاں جو آپ نے اپنے زمانے کے قریب واقع ہونے والے اُمور کے بارے میں فرمائی ہیں۔ انھی میں سے وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ابوبکرہ (نفیع بن الحارث) رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سُنا، حسن (بن علی رضی اللہ عنہما) آپ کے پاس تھے۔ آپ ایک دفعہ ان کی طرف اور ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے۔'' (صحیح بخاری:٣٧٤٦)

رسول اللہ ﷺ نے یہ جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ (آپ کی وفات کے بہت بعد) اکتالیس ہجری (٤١ھ) میں واقع ہوئی جب مسلمانوں میں اتفاق ہوگیا۔ اسے ''**عام الجماعة**'' (اتفاق کا سال) بھی کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ (سیدنا و محبوبنا) حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ بچپن میں نہیں مریں گے اور وہ اُس وقت تک زندہ رہیں

Islamic Research Centre www.ircpk.com

گے جب تک صلح کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ پیش گوئی واقع نہ ہو جائے۔ یہ چیز تقدیر میں تھی جس کے وقوع سے پہلے صحابۂ کرام کو اس کا علم تھا۔

ہر چیز کا خالق اور اس کی تقدیر بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ (الزمر:٦٢)

اور فرمایا: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ اور اس (اللہ) نے ہر چیز پیدا کی، پس اس نے ہر چیز کی تقدیر مقرر کی یعنی مقداریں بنائیں۔ (الفرقان:٢)

پس خیر و شر کی ہر چیز جو ہونے والی ہے اللہ کے فیصلے، تقدیر، مشیت اور ارادے سے ہوتی ہے۔ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے لمبی دعا میں یہ الفاظ بھی فرمائے: ((والخير كله في يديك والشر ليس إليك)) ساری خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف (لے جانے والا) نہیں ہے (صحیح مسلم:٧٧١)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلے اور تخلیق کے مطابق شر واقع نہیں ہوتا۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ اللہ نے بغیر کسی حکمت اور فائدے کے محض شر پیدا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ مطلق شر کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ (دلائل عامہ کے تحت) عموم میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ (الزمر:٦٢)

اور فرمایا: ﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾

بے شک ہم نے ہر چیز کو قدر (تقدیر و اندازے) سے پیدا کیا۔ (القمر:٤٩)

صرف اکیلے شر کے ساتھ اللہ کی طرف نسبت سے ادب سیکھنا چاہئے۔ اسی لئے جنوں نے اللہ کی طرف خیر کی نسبت کر کے ادب کا اظہار کیا تھا۔ انھوں نے شر کو مجہول کے صیغے سے بیان کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے (جنوں کا قول نقل) فرمایا: ﴿وَاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ اور ہمیں پتا نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ان کا رب اُن کی ہدایت چاہتا ہے۔ (الجن:۱۰)

تقدیر کے سابقہ چاروں درجوں میں اللہ کی مشیت اور ارادہ بھی ہے۔مشیت اور ارادے میں فرق یہ ہے کہ کتاب وسنت میں مشیت کا ذکر تکوینی وتقدیری طور پر ہی آیا ہے۔ اور ارادے کا معنی کبھی تکوینی معنی اور کبھی شرعی معنی پر آتا ہے۔تکوینی وتقدیری معنی کے لئے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ﴾اور تمھیں میری نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی اگر چہ میں تمھیں نصیحت کروں اگر تمھیں اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہو۔(ھود:۳۴)

اور فرمایا:﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو تنگ (حق کو نہ ماننے والا) کر دیتا ہے۔(الانعام:۱۲۵)

شرعی ارادے کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔

(البقرۃ:۱۸۵)

اور فرمایا:﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

اللہ اس کا ارادہ نہیں کرتا کہ تمھیں حرج میں ڈال دے لیکن وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمھیں پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پُوری کر دے تا کہ تم شکر کرو۔ (المآئدۃ:۶)

ان دونوں ارادوں میں یہ فرق ہے کہ تکوینی ارادہ عام ہے چاہے اللہ تعالیٰ خوش ہو یا ناراض ہو۔شرعی ارادہ صرف اسی کے بارے میں ہوتا ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور راضی ہے۔

تکوینی ارادہ واقع ہو کر ہی رہتا ہے اور دینی ارادہ اس آدمی کے حق میں واقع ہوتا ہے جسے اللہ توفیق دے۔اور جسے وہ توفیق نہ دے تو وہ شخص اس سے محروم رہتا ہے۔کچھ اور بھی

Islamic Research Centre www.ircpk.com

کلمات ہیں جو تکوینی و شرعی معنوں میں آتے ہیں، انھی میں سے فیصلہ، تحریم، اذن، کلمات اور امر وغیرہ ہیں۔

ابن القیم نے اپنی کتاب ''شفاء العلیل'' کے انتیسویں (۲۹) باب میں ان کو ذکر کیا ہے اور قرآن وسنت سے ان کے دلائل لکھے ہیں۔

ہر چیز جسے اللہ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اس کی تقدیر مقرر کی ہے اور اس کے وقوع کا فیصلہ کیا ہے تو اُس چیز نے ضرور بالضرور ہو کر رہنا ہے۔ نہ اس میں تغیر ہوتا ہے اور نہ تبدیلی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ﴾ زمین اور تمھاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے پہلے ہم نے کتاب میں درج کر دی ہے۔ (الحدید:۲۲)

اور اس میں سے حدیث ہے: ''قلم اُٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔'' (دیکھئے ص ۸۵، ۸۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴾ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔ (الرعد:۳۹)

اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ آیت کریمہ شریعتوں سے متعلق ہے۔ اللہ شریعتوں میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے حتیٰ کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا، آپ کی شریعت نے سابقہ ساری شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس کی دلیل اس آیت میں ہے جو اس سے پہلے ہے ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴾ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی رسول بھی کوئی نشانی نہیں لا سکتا، ہر وقت کے لئے ایک کتاب ہے یعنی ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ (الرعد:۳۸)

اور اس کی یہ تفسیر بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے وہ مقداریں مراد ہیں جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض کام فرشتوں کے ذریعے سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ابن القیم کی کتاب شفاء العلیل کے ابواب (۲، ۴، ۵، ۶) دیکھیں۔ ہر باب کے تحت انھوں نے لوح محفوظ کے علاوہ ایک ایک خاص تقدیر بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ

Islamic Research Centre www.ircpk.com

''قضاء (تقدیر) کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں صرف نیکی ہی کے ذریعے سے اضافہ ہوتا ہے۔'' (سنن الترمذی:۲۱۳۹، اسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:۱۵۴)

یہ حدیث لوح محفوظ میں تغیر (وتبدیلی) کی دلیل نہیں ہے۔ یہ تو صرف اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے شر سے سلامتی مقدر میں رکھی ہے اور اس سلامتی کے لئے اسباب مقرر کئے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اللہ نے بندے سے شر دور کر دیا۔ یہ دُوری اس فعل یعنی دعا کے سبب اس کے مقدر میں لکھی گئی تھی اور یہی مقدر تھا۔ اور اسی طرح یہ مقدر میں لکھا گیا کہ انسان کی عمر لمبی ہے اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا کہ درازیٔ عمر (فلاں) سبب سے ہوگی اور یہ نیکی وصلہ رحمی ہے۔ پس اسباب اور وجہ اسباب سب اللہ کی قضاوقدر سے ہیں۔

آپ ﷺ کی حدیث: ''اللہ جسے پسند کرتا ہے تو اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ یا اس کی عمر دراز کر دیتا ہے، پس صلہ رحمی کرو'' (صحیح البخاری: ۲۰۶۷ وصحیح مسلم: ۲۵۵۷) کا بھی یہی مطلب ہے۔ ہر انسان کا وقت لوح محفوظ میں مقرر ہے۔ نہ آگے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ﴾

اور جب کسی نفس کا وقت آ جائے تو اللہ اسے مؤخر نہیں کرتا۔ (المنٰفقون:۱۱)

اور فرمایا: ﴿لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ ہر اُمت کے لئے ایک وقت ہے۔ جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتا ہے اور نہ آگے ہوتا ہے۔ (یونس:۴۹)

اور جو آدمی مرتا یا قتل ہوتا ہے تو وہ اپنی اَجَل کی وجہ سے مرتا یا قتل ہوتا ہے۔ معتزلہ کی طرح یہ نہیں کہنا چاہئے کہ مقتول کی اجل کاٹ دی گئی اور اگر وہ قتل نہ ہوتا تو دوسری اجل تک زندہ رہتا۔ کیونکہ ہر انسان (کے مرنے) کا ایک ہی وقت مقرر ہے۔ اس وقت کے لئے اسباب مقرر ہیں۔ یہ بیماری سے مرے گا اور یہ ڈوبنے سے مرے گا اور یہ قتل ہوگا وغیرہ۔

(باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ہدیۃ المسلمین :۱۵

حافظ زبیر علی زئی

فاتحہ خلف الامام

عن عبادۃ بن الصامت عن رسول اللّٰہ ﷺ قال :((ھل تقرؤن معي ؟)) قالوا : نعم! قال :((لا تفعلوا إلابأم القرآن فإنہ لا صلٰوۃ لمن لم یقرأ بھا))

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے کہا: کیا تم میرے ساتھ (یعنی امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟ تو انھوں (صحابہ) نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص اس (فاتحہ) کو نہیں پڑھتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی :ص۶۴، ح۱۲۱، وسندہ حسن، طبع بیروت لبنان وقال البیہقی :ھذا اسناد صحیح رواتہ ثقات)

اس حدیث کو امام بیہقی کے علاوہ ضیاء مقدسی نے صحیح اور دارقطنی نے حسن کہا ہے۔

فوائد:

① اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری و سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ، فاتحہ خلف الامام سراً پڑھنا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جہری و سری نمازوں میں قراءت خلف الامام پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۸۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۳ ح ۳۷۴۸ وسندہ حسن، شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۱۸)

اسے حاکم، ذہبی اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔

② دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک امام و منفرد دونوں پر سورۂ فاتحہ فرض نہیں بلکہ صرف (پہلی) دو رکعتوں میں واجب ہے، آخری دو رکعتوں میں اگر جان بوجھ کر فاتحہ نہ پڑھے تو نماز بالکل صحیح ہے۔ (دیکھئے قدوری ص ۲۲، ۲۳، ہدایہ اولین، ج ۱ ص ۱۴۸، فتح القدیر لابن ہمام ج ۱ ص ۲۹۵، بہشتی زیور ص ۱۶۳ حصۂ دوم ص ۱۹، باب ہفتم مسئلہ ۱۷، بہار شریعت حصۂ سوم ص ۴۱)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

اگر امام یا منفرد کی سورۂ فاتحہ پہلی دو رکعتوں میں بھی سہواً رہ جائے تو دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک سجدۂ سہو سے کام چل جائے گا، رکعت دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

③ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اثر: ''**لا قراء ة مع الإمام في شئ**''

(مسلم ۱/۲۱۵ ح ۵۷۷)

قراءۃ المقتدی بالجہر پر محمول ہے اور فاتحہ اس کے عموم سے مخصوص ہے، مع الامام کا مطلب جہراً مع الامام ہے۔ یہی جواب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار کا ہے (**من صلٰی وراء الإمام كفاه قراء ة الإمام**/اثر) یعنی: مقتدی کے لئے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ باقی قراءت میں امام کی قراءت کافی ہے۔

④ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اثر مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

ظفر احمد تھانوی صاحب دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

''**ولا حجة في قول الصحابي في معارضة المرفوع**'' مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔ (اعلاء السنن ۱/۴۳۸ ح ۴۳۲، دیکھئے ص ۳۷)

خود دیوبندیوں کے نزدیک دو رکعتیں فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہیں، جیسا کہ نمبر:۲ میں گزر چکا ہے جبکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک رکعت بھی فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لہٰذا اس اثر سے دیوبندیوں و بریلویوں کا استدلال، خود اُن کے مسلک کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے۔

⑤ فاتحہ خلف الامام کی دوسری مرفوع احادیث کے لئے تحقیق الکلام، الکواکب الدریہ وغیرہما کا مطالعہ کریں، نیز حدیث نمبر ۱۴ دیکھیں۔

⑥ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی آدمی کی نماز جائز نہیں ہے جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے، چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری، مقتدی پر لازم ہے کہ سری اور جہری (دونوں نمازوں) میں سورۂ فاتحہ پڑھے۔ ربیع بن سلیمان المرادی نے کہا: یہ امام شافعی کا آخری قول ہے جو اُن سے سنا گیا۔

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۲/۵۸ ح ۹۲۸ وسندہ صحیح)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

تذکرۃ الاعیان ابومعاذ

امام دارقطنی رحمہ اللہ

نام ونسب: ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن النعمان بن دینار بن عبداللہ البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ

ولادت: ۳۰۶ھ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۹، ۴۰ ت ۶۴۰۴)

اساتذہ: ابوالقاسم البغوی، ابوبکر بن ابی داود، یحییٰ بن صاعد اور اسماعیل بن محمد الصفار وغیرہم

تلامذہ: ابونعیم الاصبہانی، ابوبکر البرقانی، حاکم صاحب المستدرک، ازہری، خلال، جوہری، تنوخی، عتیقی، قاضی ابوالطیب الطبری اور حافظ عبدالغنی بن سعید وغیرہم

تصانیف: سنن دارقطنی، کتاب العلل، المؤتلف والمختلف، فضائل الصحابہ، المستجاد من فعلات الاجواد، تعلیقات الدارقطنی علی المجروحین لابن حبان، الضعفاء والمتروکون، الافراد والغرائب اور ذکر اسماء التابعین وغیرہ۔

آپ بہت سی علمی کتابوں کے مصنف ہیں۔

علمی مقام: تمام محدثین آپ کی امامت، ثقاہت اور جلالتِ شان پر متفق ہیں۔

قاضی شیخ الاسلام ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

''كان الدارقطني أميرا المؤمنين في الحديث''

حدیث میں دارقطنی امیر المومنین تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶ وسندہ صحیح)

حافظ عبدالغنی بن سعید نے امام دارقطنی کو اپنے زمانے میں حدیث پر بہترین کلام کرنے والے قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۶ وسندہ صحیح)

خطیب بغدادی نے انھیں امامِ وقت قرار دینے کے ساتھ صدق وامانت، فقہ وعدالت والے، صحیح العقیدہ اور صحیح المذہب کہا ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۳۴)

حافظ ذہبی نے کہا: ''الإمام الحافظ المجود شيخ الإسلام علم الجهابذة ...

Islamic Research Centre www.ircpk.com

المقرئ المحدث '' (سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۴۹)

حافظ ذہبی مزید فرماتے ہیں: ''**بل كان سلفيًا** '' بلکہ وہ (امام دارقطنی) سلفی تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۵۷)

حاکم نیشاپوری نے امام دارقطنی کی زبردست تعریف کی۔

(اطراف الغرائب والافراد لمحمد بن طاہر المقدسی ۱/۲۱ وسندہ صحیح)

امام دارقطنی صحیح بخاری کے بارے میں فرماتے ہیں: ''**ومع هذا فما في هذه الكتب خيرًا و أفضل من كتاب محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله** ''

اس کے ساتھ ان کتابوں میں محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی کتاب سے بہتر اور افضل کوئی کتاب نہیں۔ (اطراف الغرائب والافراد ۱/۲۰ وسندہ صحیح)

حافظہ: اللہ تعالیٰ نے امام دارقطنی کو بے پناہ حافظہ عطا کیا تھا جیسا کہ کتبِ تاریخ میں صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے النبلاء (۱۶/۴۵۶)

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے (مشہور امام) برقانی سے پوچھا: کیا ابوالحسن الدارقطنی (اپنی) کتاب العلل آپ کو زبانی لکھواتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں!

(تاریخ بغداد ۱۲/۳۷)

کتاب العلل کی گیارہ جلدیں چھپ چکی ہیں اور مزید جلدیں چھپ رہی ہیں۔ یہ فنِ حدیث کے مشکل ترین علم میں عظیم الشان کتاب ہے جسے حافظ امام دارقطنی نے زبانی لکھایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اپنے دور میں وہ روئے زمین پر سب سے بڑے حافظ تھے۔ اسی وجہ سے حافظ ذہبی نے اس امرِ عظیم پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ دیکھئے النبلاء (۱۶/۴۵۵)

وفات: امام دارقطنی ۸ ذوالقعدہ ۳۸۵ھ بدھ کے دن فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

فائدہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ کے حالات پر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے تقریباً ۱۸۸ صفحات کی ایک کتاب ''امام دارقطنی'' کے نام سے لکھی ہے جسے کافی عرصہ پہلے ادارہ علومِ اثریہ فیصل آباد سے شائع کیا گیا تھا اور یہ بہت مفید کتاب ہے۔ والحمدللہ

Islamic Research Centre www.ircpk.com

ابومعاذ

اجماع اوراجتہاد

امام دارمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:'' أخبرنا محمد بن عيينة عن علي بن مسهر عن أبي إسحاق عن الشعبي عن شريح أن عمر بن الخطاب كتب إليه : إن جاء ك شئ في كتاب اللّٰه فاقض به ولا تلفتك عنه الرجال ، فإن جاء ك ما ليس في كتاب اللّٰه فانظر سنة رسول اللّٰه ﷺ فاقض بها ، فإن جاء ك ما ليس في كتاب اللّٰه ولم يكن فيه سنة من رسول اللّٰه ﷺ فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به ، فإن جاء ك ما ليس في كتاب اللّٰه ولم يكن في سنة رسول اللّٰه ﷺ ولم يتكلم فيه أحد قبلك فاختر أي الأمرين شئت : إن شئت أن تجتهد برأيك ثم تقدم فتقدم وإن شئت أن تتأخر فتأخر ، ولا أرى التأخر إلا خيرًا لك . '' ہمیں محمد بن عیینہ (الفزاری ابوعبداللہ الشامی الثغری المصیصی) نے حدیث بیان کی وہ علی بن مسہر سے وہ ابواسحاق (سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی) سے وہ (عامر بن شراحیل) الشعبی سے وہ شریح (بن الحارث القاضی رحمہ اللہ) سے بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان کی طرف لکھ کر بھیجا: جب تمھارے پاس کتاب اللہ میں سے کوئی چیز (دلیل) آئے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور اس کے مقابلے میں لوگوں کی طرف التفات نہ کرنا، پھر اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت (حدیث) دیکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کرنا۔ اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ ملے تو دیکھنا کہ کس بات پر لوگوں کا اجماع ہے پھر اسے لے لینا۔ اگر کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پاؤ اور تم سے پہلے کسی نے اس کے بارے میں کلام نہ کیا ہو تو دو کاموں میں سے جو چاہو اختیار کرلو: یا تو اجتہاد کرو اور فیصلہ کردو یا پیچھے ہٹ جاؤ اور فیصلے میں تاخیر کرو اور میرا خیال ہے کہ تمھارے لئے تاخیر ہی بہتر ہے۔ (سنن الدارمی: ۱۶۹ وسندہ حسن، محمد بن عیینہ الفزاری وثقہ ابن حبان والترمذی [۲۶۷۷] بتحسین حدیثہ وروی عنہ جماعۃ فھو صدوق، سنن النسائی ۸/۲۳۱ ح ۵۴۰۱ من حدیث سفیان الثوری عن الشیبانی بہ)

Islamic Research Centre www.ircpk.com

احسن الحدیث ابومعاذ

ہدایت کی اقسام

﴿الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ الف لام میم، یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکی کرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (لقمان:۱۔۵)

فقہ القرآن:

① الٓمّٓ حروفِ مقطعات ہیں جن کے مفہوم کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ یہ قسم ہے اور بعض کہتے ہیں: یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ راجح یہ ہے کہ ان حروف کا صحیح مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

② تلك (وہ) سے مراد هذا (یہ) ہے جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور مفسرِ قرآن امام عکرمہ رحمہ اللہ نے ذلك کو هذا قرار دیا ہے۔ دیکھئے تفسیر طبری (۴۱/۷۱ وسندہ صحیح)

③ ہدایت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سیدھے راستے کی طرف عام انسانوں کی راہنمائی (۲) سیدھے راستے پر چلانا۔ پہلی قسم میں تمام انسان بشمول کفار شامل ہیں جن کے سامنے ہدایت پیش کر دی گئی ہے۔ دوسری قسم میں صرف اہلِ ایمان مخاطب ہیں جنھیں متقین کہا گیا ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے صراطِ مستقیم پر گامزن رکھتا ہے۔

④ فلاح پانے والے اور کامیاب لوگ وہ ہیں جو کتاب وسنت کی اتباع اور شریعت کی پابندی پر ہمیشہ ثابت قدم رہتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ انھیں ایک دن اپنے رب کے دربار میں حاضری اور اس کی رحمت کا پورا پورا یقین ہے۔

Islamic Research Centre www.ircpk.com

آلِ تقلید کی کشمکش

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

''اے جماعت مقلدین! تمہارا حال عجیب ہے جب تمہیں کوئی آیت اپنے امام کے قول کے موافق مل جائے تو ظاہر تو یہ کرتے ہو کہ تم اس پر عمل پیرا ہو حالانکہ تمہارا دارومدار اپنے امام کے قول پر ہوتا ہے' آیت پر نہیں' اگر اسی طرح کی آیت تمہارے امام کے قول کے مخالف ہو تو تم اس پر عمل کرنے کی بجائے اس کی تاویل اور اسے ظاہر معنی سے ادھر ادھر کرنے پر پورا زور لگا دیتے ہو کہ وہ تمہارے مذہب کے موافق نہ تھی' بالکل یہی طرز عمل تمہارا سنت کی نصوص میں ہے' اگر تمہیں کوئی حدیث اپنے مذہب کے موافق مل جائے تو اسے لے لیتے ہو اور کہنے لگتے ہو ہماری دلیل فلاں فلاں حدیث ہے، اور جب تمہیں ایک صد سے بھی زیادہ احادیث اپنے امام کے قول کے مخالف ملیں تو تم آنکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے... اگر اپنے مذہب کے موافق مرسل روایت مل جائے تو کہتے ہو ہمارے نزدیک مراسیل حجت ہیں اور جب تمہیں یک صد مرسل دکھائی جائے جو تمہارے امام کے مذہب کے خلاف ہو تو اول سے آخر تک سب کو رد کر دو گے اور کہو گے ہم مرسل پر عمل نہیں کرتے۔

اس سے بھی عجیب تر تمہارا یہ رویہ ہے کہ بسا اوقات تم ایک حدیث پر عمل کرتے ہو مرسل ہو یا مسند اس لئے کہ وہ تمہارے امام مذہب کے قول سے موافقت رکھتی ہے پھر اسی حدیث میں ایک اور حکم ہو جو تمہارے امام کی رائے کے خلاف ہو تو تم اس حصے پر عمل نہیں کرتے حالانکہ وہ ایک ہی حدیث ہوتی ہے، گویا کہ اس کا وہ حصہ تو حجت ہے جو تمہارے اس امام کی رائے کے موافق ہے جس کی تم تقلید کرتے ہو اور وہ حصہ حجت نہیں ہے جو تمہارے امام کی رائے کے خلاف ہے۔'' (اعلام الموقعین ۲/۲۱۴ طبع دار الجیل بیروت، لبنان)

[**انتخاب**: مقدمہ احبابِ دیوبند کی کرم فرمائیاں اہل حدیث پر ص ۸۴، ۸۵،
از فضیلۃ الشیخ الاستاذ حافظ عبدالحمید ازہر المدنی حفظہ اللہ]